الطاف احمد اعظمی

اسلام کا تصور عبادت

[''نقطۂ نظر'' کا یہ کالم مختلف اصحاب فکر کی نگارشات کے لیے مختص ہے۔ اس میں شائع ہونے والے مضامین سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اسلام کے تصور عبادت کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے لفظ عبادت کے معنی و مفہوم کو، جو عربی زبان ہی کا ایک لفظ ہے، ذہن نشین کر لیں۔ عبادت کے لغوی معنی انتہائی عجز و تذلل کے ہیں۔ امام راغب لکھتے ہیں:

''عبودیت کے معنی اظہار فروتنی کے ہیں اور عبادت کے معنی اس سے بھی ایک درجہ آگے یعنی غایت درجہ فروتنی کے ہیں۔ اس کی مستحق صرف وہ ذات ہے جس کی مہربانیاں بے پایاں ہیں۔ اسی لیے ارشاد ہوا ہے: ان لا تعبدوا الا ایاہ، ''صرف اسی کی عبادت کرو۔''[1]

معروف عربی لغت لسان العرب میں ہے:

''عبادت کے معنی اطاعت کے ہیں۔ 'عبد الطاغوت' یعنی اس نے طاغوت کی اطاعت کی اور اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے: 'ایاك نعبد' یعنی ہم تیری ہی عاجزانہ اطاعت کرتے ہیں۔ اور لغت میں عبادت کے معنی اطاعت مع الخضوع ہیں۔ چنانچہ وہ راستہ جو آمد و رفت کی کثرت سے پامال ہو گیا ہو، طریق معبد کہلاتا ہے۔''[2]

تاج العروس میں ہے:

''لغت میں عبادت کے معنی اطاعت مع الخضوع کے ہیں۔''[3]

---

۱ دیکھیں، مفردات راغب، بذیل مادہ ''عبد''۔

۲ لسان العرب، ج ۳، ص ۲۷۲۔

مفسرین نے بھی عبادت کے یہی معنی لکھے ہیں۔ امام طبری فرماتے ہیں:

''جملہ اہل عرب کے نزدیک عبودیت کی اصل ذلت ہے اور اسی لیے وہ راستہ جو مسافروں کی آمد ورفت کی کثرت سے پست و پامال ہو چکا ہو، طریق معبد کہلاتا ہے۔ طرفہ کا شعر ہے:

تباری عتاقاً ناجیات، واتبعت
وظیفاً وظیفاً فوق مور معبد[4]

اس شعر میں 'مور معبد' سے مراد طریق معبد یعنی پامال راہ ہے۔ اور اسی طرح وہ اونٹ جسے سواری کے لیے رام کیا جا چکا ہو 'بعیر معبد' کہلاتا ہے۔ عبد کو بھی اسی وجہ سے عبد یعنی غلام کہتے ہیں کہ وہ اپنے آقا کا مطیع ومنقاد ہوتا ہے۔ اشعار عرب میں اس کے شواہد اس کثرت سے ہیں کہ ان کا احاطہ مشکل ہے[5]۔''

صاحب کشاف لکھتے ہیں:

''عبادت نام ہے غایت درجہ خضوع وتذلل کا اور اسی لیے اس لفظ کا استعمال صرف اللہ کے سامنے خضوع کے لیے خاص ہے، کیونکہ وہی آقا اور منعم حقیقی ہے۔ اس لیے وہ اس کا مستحق ہے کہ اس کے آگے خضوع وتذلل کا اظہار کیا جائے[6]۔''

علامہ علاء الدین بغدادی رقم طراز ہیں:

''عبادت انتہائی جھکاؤ اور پستی کا نام ہے۔ (العبادة اقصی غایة الخضوع و التذلل) غلام کو اسی لیے عبد کہتے ہیں کہ وہ بالکل جھکا ہوا اور مطیع ہوتا ہے[7]۔''

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

''لغت میں عبادت کے معنی ذلت کے ہیں[8]۔''

مفسرین اور اہل لغت کی اس تشریح سے واضح ہو گیا کہ عبادت میں ذلت اور خضوع کا مفہوم نمایاں ہے۔ لیکن ان کے معنی میں تھوڑا فرق ہے۔ صاحب ''لسان'' نے ذلت کے مفہوم کی وضاحت میں لکھا ہے:

---

3. تاج العروس، ج ۲، ص ۱۴۱۔

4. ترجمہ ''وہ تیز رفتار گھوڑیوں کا مقابلہ کرتی ہے اور ایک پیر پر کے پیچھے اور دوسرا پیر پامال راستے پر رکھتی چلی جاتی ہے۔''

5. تفسیر طبری، ج ۱، ص ۹۔

6. الکشاف، ج ۱، ص ۹۔

7. تفسیر خازن مع البغوی، ج ۱، ص ۱۵۔

8. تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۲۵۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

’’ذلت، قوت وشوکت اور غلبہ کی ضد ہے۔ اس کے معنی کمزوری، درماندگی اور مغلوبیت کے ہیں۔ ’الذل‘ بالکسر کے معنی نرمی اور سہولت کے ہیں۔ یہ صعوبت کی ضد ہے۔ ’الذل‘ بالضم (ضمہ کے ساتھ ذل) بھی اسی معنی میں آتا ہے۔ ’ذلیل‘ اور ’ذلول‘ صفت کے طور پر آتا ہے۔ ’ذلول‘ کا استعمال غیر ذوی العقول کے ساتھ مخصوص ہے اور ’ذلت‘ انسان کے لیے۔ ’ذلت الدابة‘ کا مطلب ہے کہ جانور سواری کے لیے رام ہوگیا۔ ’فرسٌ ذلولٌ‘ اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو سرکشی چھوڑ کر مطیع ہوگیا ہو، جس پر سواری آسان ہوگئی ہو۔ طریق ذلیل اور طریق مذلل اس راستے کو کہتے ہیں جو پامال ہو کر ہموار ہوگیا ہو۔ ’ذلت القوافی للشاعر‘ کا مطلب ہے کہ شاعر کو قوافی پر پوری قدرت اور غلبہ حاصل ہوگیا ہے۔ ’تذلل‘ کے معنی کمزور ہونا، مغلوب ہونا اور مطیع ہونا ہے۔[9]‘‘

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ ذلت اور تذلل کا مفہوم ہے سرکشی اور مزاحمت چھوڑ کر مغلوب اور تابع ہو جانا، اس طرح کہ جو مغلوب ہو، اس کے ظاہر و باطن سے پستی اور کمزوری ظاہر ہو۔ اسی لیے طریق ذلیل یا مذلل اس راستے کو کہتے ہیں جو اس طرح پست و پامال ہو چکا ہو کہ اس پر چلنے میں کوئی دشواری نہ ہو اور چلنے والا نہایت آسانی سے کسی ادنیٰ رکاوٹ کے بغیر اس سے گزر جائے۔ اس قسم کے راستوں کی ظاہری صورت ان کی پستی اور مغلوبیت کی تصویر ہوتی ہے۔ اسی طرح ’فرس ذلول‘ کے معنی، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، اس گھوڑے کے ہیں جس پر سواری آسان ہو، دوسرے لفظوں میں سوار کسی مزاحمت کے بغیر اس پر سواری کر سکے اور اس کی حرکات و سکنات سے صاف ظاہر ہو کہ وہ سواری کے لیے بالکل پست و مغلوب ہو چکا ہے، اس کے اندر سرکشی نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی ہے۔

www.javedahmadghamidi.org www.al-mawrid.org .com

خضوع کے معنی جھکنے کے ہیں۔ ’خضعه الكبر واخضعه‘ یعنی بڑھاپے نے اس کی کمر جھکا دی۔ ’نعام اخضع‘، وہ شتر مرغ ہے جس کی گردن چرنے میں زمین تک جھک جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خضوع کا لفظ جوارح یعنی سر، گردن اور جسم کے جھکنے کے لیے آتا ہے۔ حضرت عمر فاروق کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ کسی کو سر جھکا کر نماز پڑھتے دیکھتے تو گردن اٹھا دیتے اور فرماتے: ’ليس الخضوع فی الركاب‘ (خضوع گردن میں نہیں ہے) اور پھر دل کی طرف اشارہ کرتے کہ ’ھھنا‘ (یہاں ہے)۔ اسی لیے ’خاضع‘ کا اطلاق اس شخص پر بھی ہوتا ہے جو اپنا سر اور گردن مغلوب اور کمزور ہونے کی وجہ سے جھکا لے۔ (الخاضع، المطاطی رأسه وعنقه للذل والاستكانة)۔

معلوم ہوا کہ خضوع کا لفظ اپنے اندر مغلوبیت کا جو پہلو رکھتا ہے، اس میں ظاہر بدن کی مغلوبیت نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ اسی لیے یہ اطاعت و انقیاد کے معنی میں زیادہ مستعمل ہے۔ لسان العرب میں ہے: ’الخضوع الانقياد

9؎ لسان العرب، بذیل مادہ ’’ذل‘‘۔ مزید دیکھیں، المصباح المنیر احمد بن محمد۔

والمطاوعة‘، لیکن اسی اطاعت وانقیاد پر خضوع کا اطلاق ہوگا جو رضا ورغبت کے ساتھ ہو۔ اسی لیے صاحب لسان نے خضوع کی تشریح میں انقیاد کے ساتھ مطاوعت (برضا اطاعت) کا اضافہ کیا ہے۔ لیکن کبھی یہ جبری اطاعت کے لیے بھی آتا ہے۔[10]

یہاں یہ بات فراموش نہ ہو کہ عبادت کے لغوی معنی میں پرستش کا مفہوم بھی شامل ہے۔ ’تعبد‘ کے معنی ’تنسك‘ کے ہیں یعنی گوشہ گیر ہو کر کسی برتر ہستی کی یاد اور اس کی تعظیم میں مشغول ہونا۔ ’متعبد‘ وہ شخص ہے جو عبادت کے لیے گوشہ گیر ہو جائے۔ ’عبد به‘ کا مطلب ہے: ’لزمه فلم یفارقه‘ یعنی اس سے وابستہ ہو گیا اور جدا نہ ہوا۔ ’معبد‘ کے معنی جہاں منقاد کے ہیں، وہاں اس کے معنی معبود کے بھی ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے:

تقول لا تبقی علیك فاننی ارى المال عند المسكين معبدا

”میری بیوی ملامت کرتی ہے کہ نمود و دہش میں تو اپنا بھی خیال نہیں رکھتا۔ میں تو دیکھتی ہوں کہ مال بخیلوں کے یہاں پوجا جاتا ہے۔“

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

قرآنی مفہوم

قرآن مجید کی بکثرت آیات میں عبادت اور اس کے مشتقات کا استعمال ہوا ہے اور اس سے اس کا واقعی مفہوم بالکل متعین ہو جاتا ہے، یعنی اطاعت مع الخضوع۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا گیا ہے:

قُلۡ إِنِّیۡ نُهِیۡتُ أَنۡ أَعۡبُدَ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الۡبَیِّنٰتُ مِنۡ رَّبِّیۡ وَأُمِرۡتُ أَنۡ أُسۡلِمَ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ. (المؤمن ۴۰: ۶۶)

”اے نبی، ان لوگوں سے کہہ دو کہ مجھے ان کی عبادت سے منع کیا گیا ہے جنھیں تم خدا کے سوا پکارتے ہو (میں یہ کام کیسے کر سکتا ہوں) جب کہ میرے رب کی طرف سے میرے پاس روشن دلائل آچکے ہیں۔ اور مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں رب کائنات کے آگے اپنا سر جھکا دوں۔“

دوسری جگہ فرمایا گیا ہے:

قَالُوۡا نَعۡبُدُ إِلٰهَكَ وَإِلٰهَ آبَائِكَ إِبۡرَاهِیۡمَ وَإِسۡمَاعِیۡلَ وَإِسۡحَاقَ إِلٰهاً وَاحِداً

”انھوں (اولاد یعقوب) نے کہا کہ ہم تیرے معبود اور تیرے باپ دادا ابراہیم و اسماعیل اور اسحاق کے

---

۱۰ تفصیل کے لیے دیکھیں، لسان العرب، ج ۹، ص ۴۲۵-۴۲۷۔

وَنَحنُ لَهُ مُسلِمُونَ. (البقرہ۲:۱۳۳)

معبود کی عبادت کریں گے جو تنہا معبود ہے اور ہم اسی کے مطیع وفرماں بردار ہوں گے۔''

مذکورہ دونوں آیتوں میں 'اسلم' اور 'مسلمون' کے الفاظ دراصل 'اعبد' اور 'نعبد' کی معنوی وضاحت کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔ اور یہ معلوم ہے کہ لغت میں اسلام[11] کے معنی اطاعت وفرماں برداری کے ہیں۔ بعض مقامات پر عبادت کے اس مفہوم کو کھول دیا گیا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوا ہے:

فَقَالُوا أَنُؤمِنُ لِبَشَرَينِ مِثلِنَا وَقَومُهُمَا لَنَا عَابِدُونَ. (المؤمنون۲۳:۴۷)

''انھوں نے کہا، کیا ہم لوگ اپنے ہی جیسے دو آدمیوں کی بات مان لیں حالانکہ ان کی قوم (یعنی بنی اسرائیل) ہماری مطیع ہے۔''

دوسری جگہ فرمایا گیا ہے:

يَا أَبَتِ لَا تَعبُدِ الشَّيطَانَ إِنَّ الشَّيطَانَ كَانَ لِلرَّحمَنِ عَصِيّاً. (مریم۱۹:۴۴)

''ابا جان، شیطان کی بندگی نہ کیجیے، بے شک شیطان نے اپنے رب کی نافرمانی کی ہے۔''

آخری آیت میں شیطان کی عبادت کے معنی اس کی اطاعت و پیروی کے ہیں۔ اس لیے کہ معروف معنی میں شیطان کی پرستش کوئی آدمی بھی نہیں کرتا ہے۔ آیت میں 'عصیا' کا لفظ بھی اس معنی کی طرف رہبری کرتا ہے جس کے معنی نافرمان کے ہیں۔ مفسرین نے اس آیت کی تشریح میں عبادت کے معنی اطاعت ہی کے لکھے ہیں۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

لا تعبد الشيطان اى لا تطعه فى عبادة هذه الاصنام.[12]

''شیطان کی عبادت نہ کرو یعنی ان بتوں کی پوجا کرنے میں اس کی اطاعت نہ کرو۔''

علامہ نسفی لکھتے ہیں:

اى لا تطعه فيما سول من عبادة الصنم.[13]

''یعنی ان بتوں کی پوجا کرنے کی گمراہی میں اس کی اطاعت نہ کرو۔''

---

[11] اس لفظ کے مادہ میں خود کو حوالہ کر دینے کا مفہوم غالب ہے اور یہیں سے اس میں اطاعت وفرماں برداری کے معنی پیدا ہوئے۔

[12] تفسیر ابن کثیر، ج۳، ص۲۲۳۔

[13] مدارک التنزیل، ج۳، ص۳۶، ۳۷۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

اى لا تطعه فيما يامرك من الكفر و من اطاع شيئا فى معصية فقد عبده.[14]

''جس کفر کا یہ تجھے حکم دیتا ہے، اس میں اس کی بات نہ مان، اور جس نے نافرمانی میں کسی کی ادنیٰ اطاعت بھی کی تو گویا اس نے اس کی عبادت کی۔''

اس سلسلے میں قرآن مجید کی ایک اور آیت ملاحظہ ہو:

بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ.

''بلکہ وہ جنوں کی عبادت کرتے تھے''

(سبا ۳۴: ۴۱)

اس آیت میں بھی عبادت کے معنی جنوں کی اطاعت کے ہیں۔ علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں:

بل كانوا يعبدون الجن اى يطيعون الشياطين فى عبادتهم.[15]

''بلکہ وہ جنوں کی عبادت کرتے تھے یعنی ان کی عبادت کرنے میں شیاطین کی اطاعت کرتے تھے۔''

یہ آیت بھی قابل ملاحظہ ہے:

أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَن لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ. (یٰسین ۳۶: ۶۰)

''اے بنی آدم، کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہیں کرو گے۔''

اس آیت میں بھی شیطان کی عبادت کے معنی اس کی اطاعت کے ہیں۔ ابن جوزی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

الم اعهد اليكم اى الم امركم، الم اوصكم، ولا تعبدوا بمعنى لا تطيعوا، الشيطان هو ابليس زين لهم الشرك فاطاعوه.[16]

''کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا، یعنی میں نے تمھیں حکم نہیں دیا، کیا تمھیں وصیت نہیں کی۔ اور 'لا تعبدوا' بمعنی 'لا تطيعوا' ہے یعنی اطاعت نہ کرو۔ شیطان سے مراد ابلیس ہے جس نے ان کے لیے شرک کو مزین کیا پس انھوں نے اس کی اطاعت کی۔''

معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں عبادت کا لفظ واضح طور پر اطاعت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ لیکن ہر اطاعت کو

۱۴؎ تفسیر قرطبی، ج ۱۱، ص ۱۱۱، مزید دیکھیں، فتح القدیر (شوکانی)، ج ۳، ص ۳۲۴۔

۱۵؎ زاد المسیر، ج ۶، ص ۴۶۳، مزید دیکھیں، معالم التنزیل، بغوی علی حامشہ و فی النفسی، ج ۳، ص ۳۲۸۔

۱۶؎ زاد المسیر، ج ۷، ص ۳۰۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

عبادت نہیں کہیں گے۔ عبادت کا اطلاق صرف اس حالت پر ہوگا جس میں سر کے ساتھ دل بھی پوری طرح جھکا ہوا ہو، یعنی برضا و رغبت تابع داری اور سرافگندگی۔ اس کے برخلاف صورت کو قرآن مجید نے استکبار سے تعبیر کیا ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہوا ہے:

وَمَن يَسْتَنكِفْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعاً. (النساء۴:۱۷۲)

''اور جو شخص اس کی عبادت (یعنی اطاعت و بندگی) کو اپنے لیے عار سمجھے گا اور استکبار کرے گا تو وہ (ایک دن) سب کو اپنے پاس جمع کرے گا (اور اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ کبریائی کے لائق کون ہے)۔''

دوسری جگہ فرمایا ہے:

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الأَرْضِ مِن دَآبَّةٍ وَالْمَلآئِكَةُ وَهُمْ لاَ يَسْتَكْبِرُونَ. (النحل۱۶:۴۹)

''آسمانوں اور زمین کی تمام ذی حیات مخلوقات اور فرشتے، سب اللہ کے آگے سربسجود ہیں اور وہ استکبار نہیں کرتے۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اس آخری آیت میں سجدہ کے لفظ نے استکبار کے معنی کو بالکل متعین کر دیا ہے، یعنی خدا کے بالمقابل اپنی ہستی کو بڑا سمجھنا اور اس کے سامنے سر اطاعت جھکانے سے اعراض کرنا، اس لیے لازماً عبادت کے معنی ہوئے، خدا کے بالمقابل اپنی ہستی کو حقیر ترین سمجھنا اور اس کے آگے سر اطاعت خم کرنا، لیکن عبادت میں جیسا کہ اس سے پہلے بیان ہوا، اطاعت مع الخضوع یعنی برضا و رغبت تابع داری کا مفہوم غالب ہے۔

حقیقت عبادات

عبادت کے مذکورہ بالا لغوی اور قرآنی مفہوم کی روشنی میں دیکھیں تو اسلام میں عبادت کی حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔ اس کائنات کی ہر چیز خواہ چھوٹی ہو یا بڑی خدا کے بنائے ہوئے قوانین کی پیروی کر رہی ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے:

وَلَهُ أَسْلَمَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ طَوْعاً وَكَرْهاً. (آل عمران۳:۸۳)

''آسمانوں اور زمین میں جو بھی زندہ وجود ہے، وہ اس کے آگے، خواہ خوشی سے اور خواہ جبر سے، سرفگندہ ہے''

یہ جبری اطاعت کا قانون پوری کائنات میں نافذ ہے۔ اس قانون سے انسان کی تکوینی زندگی بھی مستثنیٰ نہیں ہے،

لیکن اس کی تمدنی اور اخلاقی زندگی اس جبری اطاعت سے آزاد ہے۔ زندگی کے اسی حصے کو اپنی خوشی سے خدا کی مرضی کے تابع کر دینا حقیقی معنی میں عبادت ہے، اور یہی اسلام کی حقیقت بھی ہے۔ ایک جگہ فرمایا گیا ہے:

قَالُوا نَعْبُدُ إِلٰـهَكَ وَإِلٰـهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلٰـهاً وَاحِداً وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ. (البقرہ۲:۱۳۳)

''انھوں نے کہا، ہم تیرے معبود اور تیرے باپ دادا ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی، جو تنہا معبود ہے، عبادت کریں گے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہوں گے۔''

اور یہی انسان کی غایت تخلیق بھی ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ. (الذاریات۵۱:۵۶)

''ہم نے جنوں اور انسانوں کو صرف عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔''

اس آیت میں جس عبادت کو انسان کی غایت تخلیق کہا گیا ہے، وہ دل کی کامل رضا و رغبت کے ساتھ خدا کی فرماں برداری ہے۔ اسلام میں ایک عبادت گزار سے جہاں یہ مطلوب ہے کہ وہ اپنے اعضا و جوارح سے خدا کے سامنے عجز و تذلل کا اظہار کرے، جسے عرف عام میں پرستش سے تعبیر کیا جاتا ہے، وہاں اس سے یہ بھی مطلوب ہے کہ وہ معاملات زندگی میں دل کی مکمل رضا کے ساتھ حتی المقدور خدا کی فرماں برداری کرے اور اس کی نافرمانی سے بچے۔ بندے کے اس عابدانہ رویے کا نام قرآن مجید کی زبان میں تقویٰ ہے۔ عبادت اور تقویٰ میں گہرا رشتہ ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس ربط و تعلق کو واضح کر دیا گیا ہے۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا گیا ہے:

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ. (نوح۷۱:۳)

''یہ کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو۔''

دوسری جگہ فرمایا ہے:

وَإِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوهُ. (العنکبوت۲۹:۱۶)

''اور ابراہیم کہ جب اس نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو۔''

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے:

وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ. (المومنون۲۳:۵۲)

اس آیت میں 'فاعبدون' کی جگہ 'فاتقون' (پس میری نافرمانی سے بچو) کے جملہ نے عبادت کے مفہوم کو کھول دیا ہے کہ وہ دل سے خدا کی اطاعت و فرماں برداری کا نام ہے۔

اخلاص عبادت

اسلامی عبادت کے مفہوم میں جس طرح برضا ورغبت خداے واحد کی اطاعت و بندگی کا مفہوم، جیسا کہ اوپر بیان ہوا، بنیادی حیثیت رکھتا ہے، اسی طرح ضروری ہے کہ یہ اطاعت و بندگی خالص ہو، اس میں کسی طرح کی آمیزش نہ ہو۔ قرآن کی اصطلاح میں اس بے آمیز عبادت کو ''اخلاص دین'' کہا گیا ہے۔ ارشاد ہوا ہے:

إِنَّـا أَنـزَلْـنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّـهَ مُخْلِصاً لَّهُ الدِّيْنَ أَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ. (الزمر ۳۹:۲)

''بے شک، ہم نے یہ کتاب تمھاری طرف مطابق حق اتاری ہے تو تم اللہ ہی کی بندگی کرو اطاعت کو اسی کے لیے خاص کرتے ہوئے۔ سن لو کہ خالص اطاعت کا سزاوار اللہ ہی ہے۔''

دوسری جگہ فرمایا ہے:

وَمَـا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاء. (البینہ ۹۸:۵)

''ان کو بس یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی بندگی کریں، اطاعت کو اسی کے لیے خاص کرتے ہوئے، بالکل یک سو ہو کر۔''

اخلاص کے لفظی معنی چھانٹ کر الگ کر دینے کے ہیں، یعنی اگر کسی چیز میں کوئی اور شے خارج سے آکر شامل ہوگئی ہو تو اس کو اصل شے سے جدا کر دینا اخلاص ہے۔ 'خلص الماء من الکدر' کا مطلب ہے، پانی کا میل کچیل سے پاک وصاف ہونا۔ اسی سے لفظ خالص بنا ہے جو اردو میں کثیر الاستعمال ہے۔ عربی میں 'ھذا ثوب خالص' کے معنی ہیں 'یہ صاف رنگ کا کپڑا ہے' یعنی اس میں کسی دوسرے رنگ کی آمیزش نہیں ہے۔ دین کے معنی لغت میں متعدد ہیں۔ ایک معنی اطاعت کے بھی ہیں۔ اوپر کی آیت میں یہ اطاعت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

''اخلاص اور دین'' کی اس لغوی وضاحت کے مطابق مذکورہ بالا آیات میں اخلاص دین کا مفہوم یہ ہوا کہ خدا کی اطاعت کے ساتھ کوئی دوسری اطاعت یا اطاعتیں جمع نہ ہوں۔ خدا کی خالص اطاعت و بندگی کو جن چیزوں نے ہمیشہ سے داغ دار کیا ہے، ان میں نفس اور مخلوق کی اطاعت نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ اول الذکر اطاعت کے متعلق فرمایا گیا ہے:

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ. (الجاثیہ ۴۵:۲۳)

''کیا تم نے دیکھا اس آدمی کو جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا لیا ہے۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

موخر الذکر اطاعت میں مرئی اور غیر مرئی، دونوں مخلوقات شریک رہی ہیں۔ غیر مرئی مخلوق میں فرشتے اور مرئی مخلوق میں وفات یافتہ بزرگان دین قابل ذکر ہیں۔ ہم نے اوپر سورۂ زمر کی جو آیت نقل کی ہے، جس میں خدا کی خالص اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، اس سے ٹھیک متصل یہ آیت ہے:

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ بَیْنَھُمْ فِیْ مَا ھُمْ فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ کٰذِبٌ کَفَّارٌ. (الزمر ۳۹: ۳)

''اور جن لوگوں نے اس کے سوا دوسرے کارساز (اولیا) بنا رکھے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو خدا سے قریب کر دیں۔ اللہ ان کے درمیان اس بات کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ اللہ ان لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا جو جھوٹے اور ناشکرے ہیں۔''

اس آیت میں بہت واضح طور پر وفات یافتہ صلحا اور انبیا کی کارسازی کی تردید کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ جو لوگ یہ خیال رکھتے ہیں، وہ جھوٹے ہیں اور ناشکرے بھی۔ نفس پرستی اور غیر خدا کی مطلق کارسازی کے عقیدہ کے علاوہ درج ذیل امور بھی اخلاص عبادت کے منافی ہیں:

[۱] خدا کے سوا کسی دوسرے کو، خواہ وہ نبی اور ولی ہی کیوں نہ ہو، سجدہ نہ کیا جائے اس لیے کہ سجدہ عبادت (نماز) کا ایک اہم رکن ہے اور وہ اللہ کے لیے مخصوص ہے۔ فرمایا گیا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ. (الحج ۲۲: ۷۷)

''اے ایمان والو، رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو۔''

معلوم ہوا کہ رکوع اور سجدہ عبادت میں داخل ہیں، اس لیے یہ دونوں عمل کسی بھی شکل میں مخلوق کے لیے جائز نہیں، خواہ تعظیم کی غرض سے ہو اور خواہ اطاعت و بندگی کے اظہار کے لیے[۱۷]۔ یہاں کسی کے ذہن میں یہ بات آسکتی ہے کہ قرآن میں برادران یوسف کی سجدہ گزاری کا ذکر آیا ہے۔ اس سجدہ کا مطلب زمین پر گر جانا نہیں، بلکہ سر کو ذرا آگے کی طرف خم کرنا ہے۔ اس کو انگریزی میں 'Bow down' کہتے ہیں[۱۸]۔ اس سے مقصود اعتراف عز و کمال ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آسمان و زمین نیز درخت اور پہاڑ کی سجدہ گزاری کا بیان ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ چیزیں

۱۷؎ فتاویٰ عالم گیری کے الفاظ ہیں: لا یکفر ولکن یاثم لارتکابہ الکبیرۃ (ص ۳۶۹) ''غیر اللہ کو سجدۂ تعظیمی کرنے والوں کی تکفیر تو نہیں کی جائے گی، لیکن گناہ گار ٹھیرایا جائے گا، اس لیے کہ انھوں نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے۔''

۱۸؎ توریت کے انگریزی ترجمہ میں اس مقام پر 'Bow down' ہی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

معروف معنی میں سجدہ نہیں کر سکتی ہیں، اس لیے لازماً ان کے سجدے کا مطلب اللہ کے طبعی قوانین کی تعمیل ہے۔ پس کسی مخلوق کو حقیقی معنی میں سجدہ کرنا ظاہر کرتا ہے کہ سجدہ گزار اس کا مطیع و عابد ہے اور یہ عمل اخلاص عبادت کے منافی ہوگا۔

[۲] کسی مخلوق کو مافوق الطبعی طور پر حاجت روا[19] اور مشکل کشا سمجھ کر نہ پکارا جائے کہ یہ عمل اخلاص عبادت کے منافی ہے۔ صاف لفظوں میں کہا گیا ہے:

وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذاً مِّنَ الظَّالِمِينَ. (یونس ۱۰:۱۰۶)

''اللہ کے سوا کسی کو نہ پکار جو نہ تمھیں نفع پہنچائیں اور نہ نقصان۔ اگر تم نے ایسا کیا (یعنی حاجتوں اور مصیبتوں میں غیر خدا کو مدد کے لیے پکارا) تو تمھارا شمار ظالموں (مشرکوں) میں ہوگا۔''

ہر مذہب کے درویشوں اور ولیوں کے بارے میں اس کے غالی پیرووں کا یہ خیال رہا ہے اور آج بھی ہے کہ وہ خدا کی طرف سے تصرف کا اختیار رکھتے ہیں اور اپنے ماننے والوں کو نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اسی باطل خیال کے تحت وہ ان کے مقابر پر جا کر ان سے مدد مانگتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس اختیار و تصرف کی شدت کے ساتھ تردید کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ کوئی مخلوق کسی نوع کے مافوق الفطری اختیار سے بہرہ ور نہیں ہے۔ اس مضمون کی چند آیات ملاحظہ ہوں:

○ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ. (فاطر ۳۵:۱۳-۱۴)

''اس کے سوا جن ہستیوں کو تم پکارتے ہو، وہ کھجور کی گٹھلی کے بھی مالک نہیں ہیں۔ اگر تم انھیں پکارو تو وہ (بذات خود) تمھاری پکار کو سن نہیں سکتے، اور اگر (کسی ربانی ذریعہ سے) سن بھی لیں تو تمھاری حاجت روائی نہیں کر سکتے، اور روز آخرت وہ تمھارے شرک کا انکار کر دیں گے، ایک باخبر (یعنی اللہ) کے سوا کوئی دوسرا تمھیں اس حقیقت کی خبر نہ دے گا۔''

○ أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَن يَتَّخِذُوا

''پس کیا منکرین حق نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ مجھ

---

[19] قرآن مجید میں ہے: 'فابتغوا عند اللّٰہ الرزق واعبدوہ واشکروا لہ' (العنکبوت ۲۹:۱۷) ''پس اسی سے رزق چاہو، اور اسی کی بندگی کرو اور اس کا شکر بجالاؤ۔''

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

عِبَادِیْ مِن دُونِیْ أَوْلِیَاء إِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِینَ نُزُلاً. (الکہف۱۸:۱۰۲)

کو چھوڑ کر (میرے بندوں کو) اپنا ولی اور کارساز بنا لیں (اور میں ان کا محاسبہ نہ کروں گا) ہم نے جہنم کو ایسے منکروں کے استقبال کے لیے تیار کر رکھا ہے۔''

o قُلْ أَفَاتَّخَذْتُم مِّن دُونِهِ أَوْلِیَاء لاَ یَمْلِكُونَ لِأَنفُسِهِمْ نَفْعاً وَلاَ ضَرّاً. (الرعد۱۳:۱۶)

''کہو، کیا تم لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر ان کو اپنا ولی اور کارساز بنا لیا ہے جو خود اپنے نفع ونقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔''

o مَا لَهُم مِّن دُونِهِ مِن وَلِیٍّ وَلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهِ أَحَداً. (الکہف۱۸:۲۶)

''اس کے سوا ان کا کوئی کارساز نہیں ہے اور وہ اپنے اختیار میں کسی کو ساجھی نہیں بناتا۔''

بہت سے نادان کہتے ہیں، اور عرب کے مشرکین کا بھی خیال تھا، کہ وہ حاجات و بلایا میں غیر خدا کو محض وسیلہ سمجھ کر پکارتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں چونکہ وہ خدا کے مقرب ہیں، اس لیے وہ اللہ سے کہہ کر ان کی مرادیں پوری کر دیتے ہیں یا ان کے کہنے سے اللہ ان کی حاجتیں پوری کرتا ہے۔ گویا وہ خدا کے ہاں ان کے سفارشی ہیں۔ قرآن مجید نے اس خیال کو باطل قرار دیا ہے۔ فرمایا گیا ہے:

أَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ شُفَعَاء قُلْ أَوَلَوْ كَانُوا لَا یَمْلِكُونَ شَیْئاً وَلَا یَعْقِلُونَ. قُل لِّلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعاً لَّهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَیْهِ تُرْجَعُونَ. (الزمر۳۹:۴۳،۴۴)

''کیا انھوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو سفارشی بنا رکھا ہے! کہو، اگرچہ نہ وہ کچھ اختیار رکھتے ہوں اور نہ کچھ سمجھتے ہوں۔ کہہ دو کہ سفارش تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے، آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے۔ پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

دوسری جگہ فرمایا ہے:

وَیَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللّهِ مَا لاَ یَضُرُّهُمْ وَلاَ یَنفَعُهُمْ وَیَقُولُونَ هَؤُلاء شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللّهِ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللّهَ بِمَا لاَ یَعْلَمُ فِیْ السَّمَاوَاتِ وَلاَ فِیْ الأَرْضِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا یُشْرِكُونَ. (یونس۱۰:۱۸)

''اور وہ اللہ کے سوا ایسوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ ان کو نفع پہنچا سکیں اور نہ نقصان، اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں، کہہ دو، کیا تم اللہ کو ایسی بات کی خبر دیتے ہو جس کا اس کو علم نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ وہ پاک اور بلند ہے ان چیزوں سے جن کو وہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

نادان لوگ جن اولیا اور بزرگان دین کے وسیلے پر اعتماد کرتے ہیں ان کا حال قرآن مجید نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

قُلِ ادۡعُواْ الَّذِیۡنَ زَعَمۡتُم مِّن دُونِهِ فَلاَ یَمۡلِکُونَ کَشۡفَ الضُّرِّ عَنکُمۡ وَلاَ تَحۡوِیۡلاً. أُولَـئِكَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُونَ یَبۡتَغُونَ إِلَى رَبِّهِمُ الۡوَسِیۡلَةَ أَیُّهُمۡ أَقۡرَبُ وَیَرۡجُونَ رَحۡمَتَهُ وَیَخَافُونَ عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ کَانَ مَحۡذُوراً.

(بنی اسرائیل ۱۷: ۵۶، ۵۷)

’’کہو کہ ان کو پکار دیکھو، جن کو تم نے اس کے سوا معبود خیال کر رکھا ہے، وہ نہ تم سے کسی مصیبت کو دفع کر سکیں گے، نہ اس کو ٹال سکیں گے۔ یہ لوگ جن کو پکارتے ہیں وہ تو خود ہی اپنے رب تک رسائی حاصل کرنے میں لگے ہوئے ہیں کہ ان میں سے کون سب سے زیادہ مقرب بنتا ہے۔ وہ اپنے رب کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک، تمھارے رب کا عذاب ہے ہی ڈرنے کے قابل۔‘‘

[۳] اخلاص عبادت میں یہ بات بھی داخل ہے کہ خدا کی بخشی ہوئی نعمتوں میں کسی مخلوق کو شریک نہ کیا جائے۔ یہ گمان رکھنا کسی مومن کے لیے جائز نہیں کہ اس کو جو نعمتیں حاصل ہیں، خواہ اولاد ہو، مال و منال ہو یا عہدہ و منزلت ہو، وہ خدا کے سوا کسی اور نے دی ہیں، براہ راست یا بالواسطہ، فرمایا ہے:

وَاشۡکُرُواْ نِعۡمَتَ اللّهِ إِن کُنتُمۡ إِیَّاهُ تَعۡبُدُونَ. (النحل ۱۶: ۱۱۴)

’’اور اللہ کی نعمت کا شکر بجا لاؤ اگر تم فی الواقع اسی کی عبادت کرتے ہو۔‘‘

قرآن مجید میں ایک دوسری جگہ تمثیل کے پیرایہ میں اس حقیقت کو ان لفظوں میں ذہن نشین کرایا گیا ہے:

فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتۡ حَمۡلاً خَفِیۡفاً فَمَرَّتۡ بِهِ فَلَمَّا أَثۡقَلَت دَّعَوَا اللّهَ رَبَّهُمَا لَئِنۡ آتَیۡتَنَا صَالِحاً لَّنَکُونَنَّ مِنَ الشَّاکِرِیۡنَ. فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحاً جَعَلاَ لَهُ شُرَکَاء فِیۡمَا آتَاهُمَا فَتَعَالَى اللّهُ عَمَّا یُشۡرِکُونَ. أَیُشۡرِکُونَ مَا لاَ یَخۡلُقُ شَیۡئاً وَهُمۡ یُخۡلَقُونَ. وَلاَ یَسۡتَطِیۡعُونَ لَهُمۡ

’’پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانک لیا تو اسے ایک خفیف سا حمل رہ گیا جسے وہ لیے چلتی پھرتی رہی۔ پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تو دونوں (مرد اور عورت) نے اللہ سے، جو ان کا رب ہے، دعا کی کہ خدایا اگر تو نے ہمیں ایک تندرست اور بے عیب بچہ عطا کیا تو ہم تیرے شکر گزار رہوں گے، مگر جب اللہ نے ان کو ایک صحیح وسالم بچہ دے دیا تو اس کی بخشی ہوئی نعمت میں

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

نَصراً وَلاَ أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ . وَإِن تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَى لاَ يَتَّبِعُوكُمْ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنتُمْ صَامِتُونَ . إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُواْ لَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ. (الاعراف:۱۸۹۔۱۹۴)

دوسروں کو اس کا شریک ٹھہرانے لگے۔ اللہ کی ذات بہت بلند و برتر ہے، ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ کیا یہ لوگ خدا کے ساتھ ان کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کے بھی خالق نہیں ہیں، بلکہ مخلوق ہیں۔ وہ نہ تو ان کی مدد پر قادر ہیں اور نہ ہی اپنی ذات کو مدد پہنچانے کی قدرت رکھتے ہیں۔ اگر تم ان کو رہنمائی کے لیے پکارو تو وہ تمھارے ساتھ نہ چلیں۔ خواہ تم انھیں پکارو یا چپ رہو (باعتبار نتیجہ) یکساں ہے۔ تم اللہ کے سوا جن ہستیوں کو پکارتے ہو وہ تو تمھارے ہی جیسے بندے ہیں۔ پس ان کو پکار دیکھو، وہ تمھیں جواب دیں اگر تم سچے ہو۔''

[۴] غیر خدا پر اعتماد کہ وہ علی الاطلاق نفع و ضرر پہنچانے کا اختیار رکھتے ہیں، اخلاص عبادت کے خلاف ہے۔ اس کے برعکس اس بات پر اعتماد رکھا جائے کہ ہر قسم کے نفع و نقصان کا سر رشتہ صرف خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اگر وہ اپنے کسی بندے کو کوئی فائدہ پہنچانا چاہے تو سارا جہاں مل کر بھی اس کو روک نہیں سکتا اور اگر کسی کے حق میں اس کے اعمال بد کی پاداش میں نقصان کا فیصلہ کر دے تو اس سے کوئی اس کو بچا نہیں سکتا ہے۔ (سورۂ یونس:۱۷) عبادت اور توکل کا یہ ارتباط آیۂ ذیل سے بالکل واضح ہے:

فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ. (ہود۱۱:۱۲۳)

''اس کی بندگی کرو اور اسی پر بھروسا کرو۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

عبادت کا وسیع مفہوم

عبادت کا لفظ جب اصطلاحاً استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے عام طور پر بعض معروف اعمال عبادت، مثلاً پرستش، دعا اور قربانی وغیرہ مراد لیے جاتے ہیں، اخلاق اور معاملات اس میں شامل نہیں سمجھے جاتے ہیں۔ اسلام نے عبادت کے اس محدود مفہوم کو ختم کیا اور بتایا کہ بندوں کے حقوق کی ادائیگی بھی عبادت میں داخل ہے۔ جس نے خدا کا حق ادا کیا، لیکن بندوں کے حقوق، جو خدا نے اس پر عائد کیے ہیں، ادا نہ کیے تو وہ خدا کی نظر میں عابد شمار نہ ہوگا۔ قرآن مجید میں ایک سے زیادہ مقامات پر عبادت کے اس پہلو کو واضح کیا گیا ہے۔ مثلاً:

ایک جگہ فرمایا ہے:

وَاعْبُدُواْ اللّٰـهَ وَلاَ تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئاً وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَبِذِى الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللّٰـهَ لاَ يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالاً فَخُوراً. (نساء۴:۳۶)

''اور اللہ ہی کی بندگی کرو اور کسی چیز کو بھی اس شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قرابت دار پڑوسی، اجنبی پڑوسی (یعنی جس سے کوئی آشنائی نہ ہو)، ہم نشین مسافر اور اپنے لونڈی غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اور (مال و جاہ پا کر) اترانے والوں اور گھمنڈ کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔''

دوسری جگہ فرمایا ہے:

قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّٰهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـٰهٍ غَيْرُهُ وَلاَ تَنقُصُواْ الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِنِّىَ أَرَاكُم بِخَيْرٍ وَإِنِّىَ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ . وَيَا قَوْمِ أَوْفُواْ الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلاَ تَبْخَسُواْ النَّاسَ أَشْيَاءهُمْ وَلاَ تَعْثَوْاْ فِى الأَرْضِ مُفْسِدِينَ. (ہود۱۱:۸۴۔۸۵)

''اے میری قوم کے لوگو، اللہ ہی کی بندگی کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں، اور ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ (اس وقت) میں تمھیں اچھی حالت (یعنی فارغ البالی) میں دیکھ رہا ہوں (لیکن آگے) میں تم پر ایک گھیر نے والے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں۔ اور اے میری قوم کے لوگو، ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو۔ اور لوگوں کی چیزوں میں ان کی حق تلفی نہ کرو اور زمین میں فساد پھیلانے والے بن کر نہ پھرو۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ماضی میں دیگر اقوام کی طرح قوم شعیب کا تصور عبادت بھی ناقص تھا۔ چنانچہ جب شعیب علیہ السلام نے انھیں مالی معاملات میں انصاف سے کام لینے کی تلقین کی، جیسا کہ اوپر کی آیت میں بیان ہوا ہے، تو انھوں نے کہا:

أَصَلاَتُكَ تَأْمُرُكَ أَن نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَن نَّفْعَلَ فِى أَمْوَالِنَا مَا نَشَاء إِنَّكَ لأَنتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ. (ہود۱۱:۸۷)

''کیا تمھاری نماز تمھیں یہ سکھاتی ہے کہ ہم ان چیزوں سے دست بردار ہو جائیں جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں یا یہ کہ ہم اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف نہ کریں، (کیا خوب) بس تمھی تو ایک دانش مند اور راست رو ہو۔''

فی الحقیقت اسلام میں انسان کا ہر عمل عبادت اور باعث اجر ہے، خواہ وہ عمل بادی النظر میں بالکل حقیر ہو، بلکہ سراسر دنیا کا کام معلوم ہوتا ہو، بشرطیکہ اس عمل سے خدا کی رضا اور اس کا تقرب مطلوب ہو۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرت سعد نے خدمت اقدس میں آ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول، میں اپنی کل دولت راہ خدا میں خرچ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: سعد تم جو کچھ راہ خدا میں صرف اس کی خوش نودی کی طلب میں خرچ کرو گے، اس کا ثواب تم کو ضرور ملے گا یہاں تک کہ جو لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں اس غرض سے ڈالو گے، اس کا بھی تم کو ثواب ملے گا۔[20]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ ہو:

ما اطعمت نفسك فهو صدقة، مااطعمت ولدك فهو لك صدقة، ما اطعمت زوجك فهو لك صدقة، ما اطعمت خادمك فهو لك صدقة.[21]

''تم نے خود اپنے آپ کو جو کھلایا، وہ تمھاری طرف سے صدقہ ہے، جو اپنی اولاد کو کھلایا، وہ بھی تمھاری طرف سے صدقہ ہے، جو اپنی بیوی کو کھلایا، وہ تمھاری طرف سے صدقہ ہے اور اپنے نوکر کو جو کھلایا، وہ بھی تمھاری طرف سے صدقہ ہے۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

بہت سے قارئین یہ جان کر حیران ہوں گے کہ اسلام میں میاں بیوی کے جنسی تعلقات بھی عبادت میں داخل ہیں۔ ایک بار آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ مباشرت بھی صدقہ ہے۔ انھوں نے تعجب سے کہا: کیا شہوت کے پورا کرنے میں بھی اجر ہے؟ فرمایا، تمھارا کیا خیال ہے، اگر وہ یہ کام حرام طریقے سے کرتا تو کیا اس پر گناہ نہ ہوتا؟ صحابہ نے کہا: ضرور یہ فعل گناہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا: تو جب وہ یہی کام حلال طریقے سے کرے گا تو اس کو یقیناً ثواب ملے گا۔ 'كذلك اذا وضعها فى الحلال كان له اجر'۔[22]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

ما من مسلم يغرس غرسا او يزرع زرعا فياكل منه طيراً وانسان او بهيمة الا كان له صدقة.[23]

''جس مسلمان نے بھی درخت لگایا یا کھیتی کی پھر اس درخت یا کھیتی سے چڑیا یا انسان یا جانور کھائے تو یہ ضرور اس کی طرف سے صدقہ ہوگا۔''

۲۰؎ ادب المفرد، امام بخاری، باب: یوجر فی کل شئی۔

۲۱؎ مسند احمد۔

۲۲؎ رواہ مسلم والترمذی، مزید دیکھیں، مسند احمد۔

۲۳؎ متفق علیہ۔

انسانی معاشرے میں مزاج اور مفادات کے مختلف ہونے کی وجہ سے بسا اوقات آپس کے تعلقات متاثر ہوتے ہیں اور دلوں میں بغض ونفرت کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان بگڑے ہوئے تعلقات کو درست کرنا بھی عبادت ہے۔ ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ میں تم کو نفل روزہ ونماز اور صدقہ سے بھی بڑھ کر درجہ کی چیز نہ بتاؤں۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ضرور ارشاد فرمائیں۔ آپ نے کہا: وہ ہے آپس کے تعلقات کا درست کرنا۔ یعنی 'اصلاح ذات البین'[24]۔

اتنا ہی نہیں، ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا دینا، گونگے کو سنا دینا اور اندھے کو راہ دکھا دینا بھی اسلام میں نیکی اور صدقہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آدمی کی معمولی باتیں بھی اس کے لیے صدقہ ہیں۔ مثلاً انصاف کی بات کہنا، آدمی کو اس کے جانور پر سوار کرا دینا یا اس کے سامان کو اس پر لاد دینا، بھلی بات کہنا، نماز کے لیے پیدل چل کر جانا اور راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا وغیرہ[25]۔

خدمت خلق

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اسلام کے تصور عبادت میں، جیسا کہ ابھی اوپر بیان ہوا، خدمت خلق کا شمار عبادت میں ہے اور اس کا درجہ بہت بلند ہے۔ ایک حدیث میں کل مخلوق کو خدا کا کنبہ کہا گیا ہے اور وہی شخص اس کی نگاہ میں زیادہ محبوب ہے جو اس کے کنبہ کے لیے زیادہ خیر خواہ اور نفع بخش ہو۔

حدیث کے الفاظ ہیں:

الخلق کلھم عیال اللّٰہ واحبھم الیہ انفعھم لعیالہ[26]۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ مسکین اور بیوہ کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والے کا مرتبہ خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے، روزہ دار اور رات میں نماز پڑھنے والے کے برابر ہے۔ 'الساعی علی الارملۃ والمسکین کالمجاھد فی سبیل اللّٰہ وکالذی یصوم النھار ویقوم الیل[27]'۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ کی خدمت میں کچھ لوگ انتہائی پریشاں حالی میں صرف کمبل اوڑھے ہوئے حاضر

---

[24] سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب: اصلاح ذات البین۔

[25] رواہ البخاری ومسلم۔

[26] رواہ ابو العلی۔

ہوئے۔آپ کی نظر جیسے ہی ان کے خستہ حال چہرے پر پڑی، اداس ہوگئے۔گھر میں تشریف لے گئے، کچھ دینے کو نہ ملا تو مایوسی کے عالم میں باہر آ گئے۔ بلال سے کہا کہ تمام مسلمانوں کو جمع کرو۔وہ جمع ہوئے اور سب نے مل کر کافی سرمایہ اکٹھا کیا اور رسول اللہ کے حوالہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر آپ نہایت خوش ہوئے۔واقعے کے راوی حضرت جابر بن عبداللہ کے الفاظ ہیں:فرایت وجه رسول اللّٰه کانه مذهبة ''پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ کا چہرہ سونے کی طرح دمک رہا ہے۔''[28]

اس سلسلے میں ایک حدیث قدسی بھی قابل ذکر ہے۔اللہ تعالیٰ روز آخرت فرمائے گا:

''اے ابن آدم، میں بیمار ہو گیا تھا، مگر تو نے میری عیادت نہ کی۔ بندہ عرض کرے گا: اے رب میں بھلا تیری عیادت کیونکر کرتا، تو تو پروردگار عالم ہے۔خدا فرمائے گا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہو گیا تھا اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی، اگر تو اس کی خبر گیری کو جاتا تو اس کو میرے پاس پاتا یا مجھے اس کے پاس پاتا۔اے ابن آدم، میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا، مگر تو نے نہیں کھلایا۔ بندہ عرض کرے گا: اے رب، میں تجھ کو کیونکر کھلاتا تو تو خود سارے جہاں کا پروردگار ہے۔خدا فرمائے گا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں (بھوکے) بندے نے تجھ سے کھانا مانگا، مگر تو نے نہیں کھلایا، اگر تو اس کو کھلاتا تو اسے میرے پاس پاتا۔اے ابن آدم، میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا، مگر تو نے نہیں پلایا۔ بندہ عرض کرے گا: اے رب، میں تجھے کیونکر پانی پلاتا کہ تو رب العلمین ہے۔خدا فرمائے گا: میرے فلاں (پیاسے) بندے نے تجھ سے پانی مانگا، مگر تو نے نہیں پلایا۔اگر تو اس کو پانی پلاتا تو اسے میرے پاس پاتا۔''[29]

انسان تو بڑی چیز ہے، اسلام میں جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کو بھی نیکی کا کام بتایا گیا ہے۔ایک مجلس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ایک آدمی کا واقعہ سنایا کہ اس نے ایک کتے کو دیکھا کہ وہ پیاس کی شدت سے زبان نکالے ہوئے مٹی چاٹ رہا ہے۔'یلهث یاکل الثری من شدة العطش'۔چنانچہ یہ دیکھ کر اس کے دل میں رحم آیا اور اس نے پسند نہ کیا کہ وہ اس کتے کو، جب کہ وہ شدید پیاس میں مبتلا ہے، یونہی چھوڑ دے۔ چنانچہ وہ اس کو لے کر ایک کنویں کے پاس پہنچا اور اپنا موزہ اتار کر اس میں پانی بھرا اور اس کتے کو پلایا۔اللہ نے اس کے اس عمل کو پسند کیا اور اس کو بخش دیا۔ جب صحابہ نے یہ قصہ سنا تو تعجب سے کہا: اے اللہ کے رسول، کیا جانوروں کے

---

۲۷ بخاری، کتاب الاداب۔

۲۸ مسلم۔

۲۹ مسلم، رواہ ابوہریرہ، مزید دیکھیں، ادب المفرد (امام بخاری) باب: عیادۃ المرضیٰ۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ساتھ حسن سلوک میں بھی اجر ہے۔' ائن لنافی البھا ئم لاجرا یا رسول اللّٰہ '۔فرمایا: ہر ذی حیات کے ساتھ حسن سلوک میں اجر ہے۔[30]

اسلام نے مخلوق خدا کے ساتھ حسن سلوک کو محض نیکی قرار نہیں دیا، بلکہ اس کو اسلامی عبادات میں ایک اہم عبادت کا درجہ دیا۔ اسلام میں نماز کے بعد جو دوسری بڑی عبادت ہے، وہ زکوٰۃ ہے جو غربا و مساکین کی خبر گیری کا دوسرا نام ہے۔ قرآن مجید میں اکثر مقامات پر نماز کا ذکر زکوٰۃ کے ساتھ آیا ہے۔'اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ'۔اس التزام سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ نماز اور زکوٰۃ لازم و ملزوم ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اسلام میں ایک بندۂ مومن کا ہر وہ کام، خواہ بڑا ہو یا چھوٹا، خواہ آخرت سے تعلق رکھتا ہو یا دنیا سے، عبادت ہے جو خدا کی رضا اور خوش نودی کے لیے کیا جائے۔ دوسرے لفظوں میں حقوق اللہ اور حقوق العباد، دونوں کی ادائیگی عبادت میں داخل ہے۔

راہبانہ تصور عبادت کی نفی

تاریخ انسانی کے ہر دور میں ہر مذہب کے غالی اور متقشف لوگوں کا یہ خیال رہا ہے کہ آدمی خدا کی عبادت میں جس قدر ریاضات شاقہ اٹھاتا ہے، اسی قدر اس کو خدا کی رضا مندی اور اس کا قرب و اتصال حاصل ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ ان کا یہ بھی خیال رہا ہے کہ خدا کی خالص اور سچی عبادت کے لیے ناگزیر ہے کہ آدمی انسانی معاشرہ اور اس کے علائق سے قطع تعلق کر کے جنگل یا پہاڑ کے کسی گم نام گوشے میں معتکف ہو جائے، اور اگر کسی سبب سے یہ ممکن نہ ہو تو کم از کم انسانی آبادی سے دور کوئی خانۂ عزلت تلاش کر لے، اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو آبادی کے اندر ہی کوئی خاموش گوشۂ عافیت ڈھونڈ لے اور وہاں ہنگامہ ہائے دنیا سے بے خبر ہو کر خدا کی عبادت و ریاضت میں اپنا وقت گزارے۔ گویا ان کے نزدیک خدا کے حق کی ادائیگی کے لیے حقوق العباد سے منہ موڑنا اور امکانی حد تک خود اپنے نفس و جسم کے حقوق کو پامال کرنا ناگزیر ہے۔ اس راہبانہ تصور عبادت کی بہت سی مثالیں انسان کی قدیم مذہبی تاریخ میں موجود ہیں، اس سے پہلے ہم عیسائی رہبان اور ہندو جوگیوں کے احوال بیان کر چکے ہیں جن سے راہبانہ تصور عبادت کا مفہوم اور اس کے اطراف و جوانب پوری طرح واضح ہو گئے ہیں۔

جہاں تک اسلامی تاریخ کا تعلق ہے، اس کے تقریباً ہر عہد میں مسلمانوں کے اندر ایسے مذہبی لوگ موجود رہے

---

[30] رواہ البخاری۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ہیں جو راہبانہ تصور عبادت سے ایک حد تک مانوس تھے، اگرچہ وہ عیسائی راہبوں کی طرح مکمل طور پر تجرد کے قائل نہ تھے اور نہ تربیت نفس کے معاملے میں نفس کشی اور تعذیب جسم کی حد تک پہنچے ہوئے تھے۔[۳۱] پھر بھی ان کا عام طرز زندگی راہبانہ تھا، اور وہ عام طور پر مخلوق خدا سے الگ تھلگ ہو کر زندگی گزارتے تھے اور ازدواجی تعلق بھی برائے نام ہی رکھتے تھے۔ یہ غالی صوفیوں کا طبقہ تھا۔

آج بھی مسلمانوں میں ایک ایسا مذہبی طبقہ موجود ہے جس کے تصور عبادت میں راہبانہ تصور عبادت کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ اس طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد علانیہ ترک دنیا کی تعلیم تو نہیں دیتے، لیکن ان کے نزدیک روحانی ترقی اور آخرت میں کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ عابد وزاہد مسلمان اسباب دنیا کی نفی کرے یا ان سے برائے نام تعلق رکھے اور اپنے اوقات کا بیش تر حصہ کسی گوشۂ مسجد میں یا خانۂ خلوت میں بیٹھ کر ذکر الٰہی، مراقبہ اور مجاہدہ میں گزارے۔ ان کے نزدیک یہی معراج عبادت ہے۔ یہ خیال بھی راہبانہ تصور عبادت ہی کی ایک قسم ہے۔

راہبانہ تصور عبادت کو صحیح تسلیم کر لینے کے معنی یہ ہیں کہ یہ کارخانۂ خلق وایجاد ایک کار عبث ہے اور اس میں انسانی وجود کی تخلیق بھی بے مقصد ہے۔ اور یہ تصور حقیقت واقعہ کے خلاف ہوگا۔ اسلام نے بتایا کہ یہ کائنات کوئی بازیچۂ اطفال نہیں۔ 'وما خلقنا السمآء والارض وما بينهما لعبين' (الانبیاء ۲۱:۱۶)، بلکہ اس کی تخلیق کے پیچھے ایک عظیم مقصد ہے اور وہ مقصد حق و باطل کی آویزش اور اس کے نتیجے میں حق کا غلبہ اور باطل کا استیصال ہے۔ 'بل نقذف بالحق على الباطل فيدمغه فاذا هو زاهق'۔ (الانبیاء ۲۱:۱۸)

اس کے علاوہ اس عالم آب وگل میں انسانی وجود ایک مرکزی مقام رکھتا ہے۔ انسان کی عظمت و فضیلت کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا کہ خدا نے اس کو زمین میں خلیفہ بنایا۔ 'هو الذي جعلكم خلائف في الارض الخ' (فاطر ۳۵: ۳۹) اور اس جہان رنگ وبو کی تمام چھوٹی اور بڑی اشیا کو اس کے دست تصرف میں دے دیا۔ 'وسخر لكم ما في السمٰوٰت وما في الارض جميعا منه' (جاثیہ ۴۵:۱۳)۔ اس مقام و مرتبہ کے حامل انسان کا مقصد تخلیق یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ وہ اس دنیا سے اپنا ذہنی و عملی رشتہ منقطع کر کے کسی کنج عزلت میں جا بیٹھے اور وہاں عبادت و ریاضت میں اپنی پوری زندگی گزار دے۔

جب معلوم ہو گیا کہ انسان اس زمین میں خلیفہ بنایا گیا ہے تو اس کا مقصد تخلیق خود بخود واضح اور متعین ہو جاتا ہے۔ اور وہ مقصد یہ ہے کہ وہ خدا کی زمین میں اپنی مرضی اور خوشی سے اس کے حکم و ہدایت کے مطابق زندگی گزارے،

۳۱؎ شاذ میں اس کی مثالیں بھی موجود ہیں۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

انفرادی بھی اور اجتماعی بھی۔ یہی وہ عبادت ہے جس کے لیے انسان کی تخلیق عمل میں آئی ہے۔ فرمایا گیا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ. (الذاریات ۵۱:۵۶)	''میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔''

حقیقت یہ ہے کہ اسلام راہبانہ تصور عبادت کا مخالف ہی نہیں، بلکہ اس کے وجود تک کا منکر ہے: 'لا رھبانیة فی الاسلام'[۳۲]۔ اگر کسی شخص کو لفظ رہبانیت سے کوئی خاص انس و شیفتگی ہو تو وہ جان لے کہ اسلام کے لغت میں اس کا مفہوم ترک دنیا نہیں، بلکہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: 'رھبانیة ھذہ الامة الجھاد فی الاسلام'[۳۳]، ''اس امت کی رہبانیت اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے سختی کے ساتھ رہبانیت کے جملہ اعمال و اشکال، مثلاً ترک دنیا یعنی قطع علائق، نفس کشی یعنی ترک لذائذ اور عبادت (پرستش) میں ریاضات شاقہ وغیرہ کی نفی کی ہے جیسا کہ اگلی سطروں سے بالکل واضح ہو جائے گا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ترک دنیا

قرآن کے بیان کے مطابق، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا انسان کا مقصد تخلیق خدا کی عبادت ہے، یعنی اس کے احکام کے مطابق اس زمین پر زندگی گزارنا۔ اس تصور عبادت کے مطابق ترک دنیا ممکن نہیں، بلکہ اس میں ضروری حد تک شمولیت ناگزیر ہے۔ فرمایا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ. فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. (الجمعہ ۶۲:۹۔۱۰)	''اے ایمان والو، جب جمعہ کے دن کی نماز کے لیے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ یہ تمھارے حق میں زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو۔ پھر جب نماز ختم ہو جائے تو اللہ کے فضل کی طلب میں زمین میں پھیل جاؤ۔ اور اللہ کو بکثرت یاد کرو تاکہ تمھیں کامیابی حاصل ہو۔''

۳۲؎ مسند ابن حنبل، ج ۵، ص ۲۶۶۔

۳۳؎ ایضاً۔

یہ آیت بتاتی ہے کہ ایک بندۂ مومن اس دنیا میں کس طرح زندگی گزارے۔ وہ خدا کی عبادت بھی کرے اور فضل خدا (روزی) کی تلاش سے بھی غافل نہ ہو، بلکہ اس میں سرگرمی دکھائے۔ البتہ اس بات کا دھیان رکھے کہ تلاش رزق میں اس سے ایسا کوئی فعل سرزد نہ ہو جو خدا کے حکم وہدایت کے خلاف ہو۔ اس آیت میں صرف یہی نہیں کہا گیا ہے کہ وہ روزی کمانے میں جدوجہد کرے، بلکہ اس عمل کو فضل خدا کی طلب سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ لطیف پیرایۂ بیان خود صراحت کرتا ہے کہ روزی کمانا خدا کی نظر میں ایک پسندیدہ فعل ہے اور وہ اپنے بندوں سے اس بات کا خواہاں ہے کہ وہ روزی کمانے کے لیے زمین میں تگ ودو کریں۔ 'فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللّٰہ' اس کو محض دنیا کا کام یا خدا کی عبادت میں کوئی رکاوٹ سمجھ کر اس سے کنارہ کشی اختیار نہ کریں۔ قرآن مجید میں ایک جگہ کسب معاش کا ذکر جہاد فی سبیل اللہ کے ساتھ آیا ہے جو اس کی فضیلت کی دلیل ہے۔ فرمایا گیا ہے:

عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنكُم مَّرْضَى وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ.

''اس کے علم میں ہے کہ تم میں مریض ہوں گے اور ایسے لوگ بھی جو اللہ کے فضل کی تلاش میں سفر کریں گے اور کچھ دوسرے لوگ بھی ہوں گے جو اللہ کی راہ میں جہاد کا ارادہ رکھتے ہوں گے تو جتنا آسانی کے ساتھ ہو سکے اتنا قرآن پڑھو۔'' (المزمل ۷۳: ۲۰)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اس آیت کی بہترین تفسیر حضرت عمر فاروق کا یہ قول ہے کہ ''خدا کی راہ میں لڑتے ہوئے جان دینے کی خواہش کے بعد جس دوسری چیز کی میں تمنا رکھتا ہوں وہ یہ کہ حصول رزق اور کشادگی کی تلاش میں میری موت واقع ہو۔''[۳۴]

حقیقت یہ ہے کہ ایک آدمی کے ایمان وعبادت کا امتحان کاروبار دنیا ہی میں ہوتا ہے جہاں ہر قدم پر شیطانی وساوس اور نفس کی فتنہ انگیزیوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ مشہور تابعی ابراہیم نخعی سے کسی نے پوچھا کہ آپ ایک عبادت گزار صوفی اور ایک امانت دار تاجر میں سے کس کو ترجیح دیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ امانت دار تاجر میرے نزدیک افضل ہے۔ اس لیے شیطان اسے بہرصورت ورغلاتا ہے، کبھی ناپ تول اور کبھی لین دین میں اسے الجھانے اور غلط راہ میں لے جانے کی کوشش کرتا ہے، لیکن وہ اسے برابر شکست دیتا رہتا ہے۔

ترک دنیا کا مطلب بندگان خدا کے حقوق کی ادائیگی سے فرار ہے اور یہ اسلام کی نظر میں عبادت نہیں، فعل گناہ ہے۔ اسلام میں جو عبادت مطلوب ہے وہ خدا کے حق کے ساتھ بندوں کے حقوق کو، جس میں نفس کا جائز حق بھی

۳۴؎ سنن سعید بن منصور۔

شامل ہے، احکام شریعت کے مطابق ادا کرنا ہے۔ ایک غزوہ میں کسی صحابی نے ایک ایسا غار دیکھا جو نہایت عمدہ جگہ پر واقع تھا۔ قریب ہی پانی کا چشمہ رواں تھا اور قرب وجوار میں خوش نما نباتات اگی ہوئی تھیں۔ صحابی مذکور کو یہ جگہ عبادت اور گوشہ نشینی کے لیے نہایت عمدہ معلوم ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا یا رسول اللہ، مجھ کو ایک غار ملا ہے جو نہایت پسندیدہ ہے، وہاں ضرورت کی سب چیزیں موجود ہیں، اجازت دیں کہ میں ترک دنیا کر کے وہاں جا بیٹھوں اور خدا کی عبادت کروں۔ آپ نے فرمایا: یہودیت اور عیسائیت لے کر دنیا میں نہیں آیا ہوں۔ میں جو ابراہیمی مذہب لایا ہوں وہ نہایت آسان، سہل اور بالکل واضح ہے[۳۵]۔''

نفس کشی

ترک دنیا کی طرح اسلام میں نفس کشی کی بھی اجازت نہیں ہے۔ جائز حدود میں لذائذ دنیا سے متمتع ہونا خلاف عبادت تو کجا عین منشاے الٰہی ہے۔ فرمایا گیا ہے:

قُلُ مَنُ حَرَّمَ زِيُنَةَ اللّٰهِ الَّتِیٓ أَخُرَجَ لِعِبَادِهِ وَالُطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزُقِ. (الاعراف ۷:۳۲)

''پوچھو، کس نے حرام ٹھیرایا ہے اللہ کی اس زینت کو جسے اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کیا، اور رزق کی پاکیزہ چیزوں کو۔''

دور رسالت میں جب بعض صحابہ نے جوش عبادت میں نفس کشی کی راہ میں چلنا چاہا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس راہبانہ رجحان کی سختی کے ساتھ نفی فرمائی۔ ایک صحابی قدامہ بن مظعون اپنے ایک ساتھی کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''یا رسول اللہ، ہم میں سے ایک نے عمر بھر مجرد رہنے اور دوسرے نے گوشت نہ کھانے کا ارادہ کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں تو یہ دونوں باتیں کرتا ہوں۔ یہ سن کر دونوں صحابی اپنے خیال سے تائب ہو گئے[۳۶]۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے شادی کی اور وہ ایک صالح نوجوان تھے۔ نماز، روزہ، تلاوت قرآن سے غیر معمولی شغف رکھتے تھے۔ ان کے والد عمرو ان کے گھر گئے تاکہ ان کی بیوی سے ان کا حال معلوم کریں کہ وہ کس طرح اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ بیوی نے کہا: وہ اچھے آدمی ہیں، ہم نے ایک ساتھ ابھی تک بستر میں رات نہیں گزاری ہے۔ یہ سن کر عمرو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ عبداللہ بن عمرو خود روایت کرتے ہیں کہ

---

[۳۵] مسند ابن حنبل، ج ۵، ص ۲۶۶۔

[۳۶] بخاری، کتاب الصوم۔

جب میں خدمت اقدس میں پہنچا تو آپ نے کہا:

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم دن میں روزہ رکھتے ہو اور ساری رات تلاوت کرتے ہو۔ میں نے کہا: ہاں، یہ بات سچ ہے یارسول اللہ، لیکن اس سے بھلائی کے علاوہ اور میرا کوئی مقصود نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: تم پر تمھاری بیوی کا بھی حق ہے، تمھارے مہمان کا بھی حق ہے اور تمھارے جسم کا بھی حق ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ داؤد نبی اللہ کی طرح روزے رکھو کہ وہ بڑے عبادت گزار تھے۔ میں نے کہا، یارسول اللہ، داؤد کا روزہ کیا ہے؟ فرمایا، وہ ایک دن ناغہ دے کر روزہ رکھتے تھے۔ مزید فرمایا کہ ایک مہینے میں قرآن ختم کیا کرو۔ میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا: بیس دن میں ختم کرلو۔ میں نے کہا: یارسول اللہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا تو دس دن میں۔ میں نے کہا، یارسول اللہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا: اچھا تو سات دن میں ختم کیا کرو اور اس میں اضافہ نہ کرو۔ تم پر تمھاری بیوی کا بھی حق ہے، تمھارے مہمان کا بھی حق ہے اور تمھارے جسم کا بھی حق ہے۔“[۳۷]

حضرت عثمان بن مظعون ایک عابد وزاہد صحابی تھے اور نہایت متقشفانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ آنحضور کو معلوم ہوا کہ وہ شب و روز ذکر و عبادت الٰہی میں مشغول رہتے ہیں اور اپنی بیوی سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور شب میں بہت کم سوتے ہیں۔ آپ نے ان کو بلا کر پوچھا: عثمان، کیا تم میرے طریقے سے ہٹ گئے ہو؟ انھوں نے عرض کیا: خدا کی قسم میں ہرگز آپ کے طریقے سے نہیں ہٹا ہوں، میں تو آپ ہی کے طریقے پر چلنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: عثمان خدا سے ڈرو کہ تمھارے اہل و عیال کا بھی تم پر حق ہے، تمھارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے، تمھاری جان کا بھی تم پر حق ہے۔ تم روزے بھی رکھو اور افطار بھی کرو، نماز بھی پڑھو اور سوؤ بھی۔[۳۸]

قبیلہ باہلہ کے ایک شخص نے اسلام قبول کیا تو ان صحابی نے دن کا کھانا چھوڑ دیا اور مسلسل روزے رکھنے لگے۔ ایک سال کے بعد جب وہ مدینہ آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو آپ ان کو پہچان نہ سکے کیونکہ مسلسل روزوں کی وجہ سے ان کی صورت بدل گئی تھی۔ انھوں نے اپنا نام بتایا تو فرمایا: تم تو خوب رو تھے، یہ صورت کیسے بدل گئی؟ عرض کیا، یارسول اللہ، جب سے آپ سے مل کر گیا ہوں متصل روزے رکھتا ہوں۔ فرمایا: تم نے اپنی

۳۷؎ بخاری، کتاب الصوم، باب: حق الجسم فی الصوم۔

۳۸؎ ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ باب: یومر بہ من القصد فی الصلوٰۃ۔

۳۹؎ ابوداؤد، کتاب الصوم، باب فی صوم شہر الحرام۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

جان کو کیوں عذاب میں ڈالا، رمضان کے علاوہ ہر مہینے میں ایک روزہ کافی ہے۔ انھوں نے اس سے زیادہ کی طاقت ظاہر کی تو آپ نے مہینے میں دو روزوں کی اجازت دی۔ انھوں نے اس سے زیادہ کی اجازت چاہی تو مہینے میں تین روزے کر دیے۔ انھوں نے اس سے بھی زیادہ کی درخواست کی تو آپ نے ماہ حرام کے روزوں کی اجازت دی۔[39]

ایک بار صحابہ کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا حال معلوم کرنے ازواج مطہرات کے گھر پہنچی۔ ان کا گمان تھا کہ آپ ہر وقت سربسجود رہتے ہوں گے، رات بھر نمازیں پڑھتے ہوں گے، تمام دن روزے رکھتے ہوں گے، رات میں کم سوتے ہوں گے، جسم کو کم ہی آرام دیتے ہوں گے، عورتوں سے کوئی تعلق نہ رکھتے ہوں گے۔ لیکن جب ازواج مطہرات نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں بتایا تو وہ ان کے ارادوں سے کم معلوم ہوئی۔ انھوں نے کہا کہ ہم کو آنحضور سے کیا نسبت، اللہ نے آپ کی مغفرت فرما دی ہے ’وقد غفر اللّٰہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر‘ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں ساری رات نماز پڑھوں گا، دوسرے نے کہا: میں عمر بھر روزے رکھوں گا، اور کبھی ناغہ نہ کروں گا، تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی شادی نہ کروں گا۔ رسول اللہ نے جب ان کی باتیں سنیں تو ان کے پاس آئے اور فرمایا:

انتم القوم الذین قلتم کذا؟ واللّٰہ انی لاخشاکم اللّٰہ واتقاکم لہ لکنی اصوم وافطر، واصلی وارقد، واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔[40]

’’کیا وہ تمھی لوگ ہو جنھوں نے اس قسم کی باتیں کی ہیں۔ خدا کی قسم میں تم سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں اور اس کی نافرمانی سے احتراز کرتا ہوں، تاہم میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور ناغہ بھی کرتا ہوں، راتوں کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، جو میرے طریقے سے ہٹ گیا، اس سے میرا کوئی تعلق نہیں۔‘‘

رہبانیت کے خلاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان موثر تعلیمات اور آپ کے اسوۂ حسنہ کے نتیجے میں اسلام کے ابتدائی دور میں شجر رہبانیت کو برگ و بار لانے کا موقع نہیں مل سکا۔ جب بھی کسی کے اندر اس قسم کا میلان پیدا ہوتو خود صحابہ نے اس کو سختی سے روکا۔ حضرت ابو درداایک مشہور عابد شب زندہ دار صحابی گزرے ہیں۔ رسول اللہ نے ان کے اور حضرت سلمان فارسی کے درمیان مواخات کا رشتہ قائم کیا تھا۔ ایک بار سلمان ان کی ملاقات کو گئے تو دیکھا کہ ان کی بیوی معمولی کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ پوچھا کیا معاملہ ہے؟ انھوں نے کہا، تمھارے بھائی ابو دردا کو دنیا سے

---

[40] صحیح بخاری، کتاب النکاح۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

کوئی رغبت نہیں ہے۔ جب ابودردا آئے تو سلمان کے لیے کھانا لگایا گیا۔ انھوں نے سلمان سے کہا، تم کھاؤ میں روزے سے ہوں۔ انھوں نے کہا، میں اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک تم بھی شریک نہ ہو گے۔ چنانچہ وہ شریک طعام ہوئے۔ جب رات ہوئی تو ابودردا نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ سلمان نے کہا، ابھی سو رہو، وہ مان گئے۔ وہ دوبارہ اٹھے تو کہا: سو جاؤ۔ جب رات کا آخری پہر آ گیا تو سلمان نے ان کو بیدار کیا اور کہا کہ اب نماز پڑھو۔ چنانچہ دونوں نے نماز ادا کی۔ اس کے بعد سلمان نے کہا: اے ابودردا، تمھارے رب کا بھی تم پر حق ہے، تمھاری جان کا بھی تم پر حق ہے اور تمھاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ اس لیے ہر حق دار کا حق اس کو ادا کرو۔ دوسرے دن ابودردا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور ساری باتیں بیان کیں۔ آپ نے فرمایا، سلمان نے سچ کہا۔[۱۴۱]

[باقی]

---

[۱۴۱] بخاری، کتاب الادب۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com